سید محمد معاویہ بخاری

ایک نظر اِدھر بھی

عیسائی دنیا کے روحانی پیشوا ۸۴ سالہ پولش نژاد ''جوزف ووتی دا'' (پوپ جان پال دوم) گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے تھے۔ کیتھولک چرچ کے سربراہ کی آخری رسومات ۸/اپریل کو ادا کی گئیں۔ لیکن ابھی تک اس بات پر اتفاق نہیں ہوسکا ہے کہ پوپ کی مسند آئندہ کس ملک اور کس رنگ ونسل کے Cardinal کارڈینل (کا نصیب بنے گی) ویٹی کن کے ذمہ دار حضرات نئے روحانی پیشوا کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ پوپ جان پال دوم نے اپنا جانشین نامزد نہیں کیا تھا۔ پوپ نے زبانی اور تحریری طور پر بھی کوئی وصیت نہیں کی تھی۔ حتیٰ کہ اپنی بیماری کے آخری ایام میں بھی ان کی طرف سے ایسا کوئی اشارہ نہیں دیا گیا تھا' جس سے یہ تعین کیا جاسکتا کہ آئندہ پوپ کون ہوگا۔ عالمی میڈیا کے ذریعے حاصل ہونے والی ابتدائی اطلاعات یہی تھیں کہ ویٹی کن میں اطراف شمال وجنوب اور مشرق ومغرب سے جمع ہونے والے ۱۲۰ کے قریب کارڈینلز Cardinals (نیا پوپ منتخب کرنے والے رومن کیتھولک مذہبی رہنماؤں) کا اجلاس جاری ہے۔ جس میں تیسرے پاپائے اعظم کا انتخاب کیا جائے گا۔ جبکہ ۱۰/اپریل کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ آنجہانی پوپ جان پال کے جانشین نئے پوپ کے انتخاب کے لیے (کارڈینلز) نے خفیہ رائے شماری کے لیے ۱۸/اپریل کی تاریخ مقرر کی ہے۔

ویٹی کن کے ترجمان کے مطابق تمام کارڈینلز نے آنجہانی پوپ کا ۱۵ صفحات پر مشتمل پولش زبان میں تحریر کردہ وصیت نامے کا مطالعہ کرلیا ہے اور اس کا متن آج جاری کر دیا گیا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے امریکی ٹی وی چینل CNN اور برطانوی نشریاتی ادارے BBC نے بتایا تھا کہ آنجہانی پوپ جان پال نے اپنے جانشین نامزد کرنے کے لیے کوئی وصیت نہیں چھوڑی تھی اور اسی وجہ سے نئے پوپ کے انتخاب میں دشواری پیش آرہی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ نئے پوپ کے انتخاب میں اس لیے بھی دشواری پیش آرہی ہے کہ حالات کی نوعیت تبدیل ہوچکی ہے۔ کئی غلام مملکتیں آزاد ہوچکی ہیں اور وہاں قومی وسیاسی شعور بیدار ہوچکا ہے۔ لوگ اب اپنی پسند وناپسند کا اظہار کھلے طور پر کرنے لگے ہیں۔ بالخصوص افریقی ممالک میں یہ صورت حال تیزی سے وقوع پذیر ہورہی ہے۔ اب برملا کہا جارہا ہے کہ سفید فام لوگ سیاہ فاموں کا ہر طرح سے استحصال کرتے چلے آرہے ہیں۔ حتیٰ کہ مذہبی حوالے سے بھی یہ روایت برقرار ہے۔ باوجود اس کے کہ عالمی انسانی حقوق کی تنظیموں اور اداروں کا تعلق زیادہ تر عیسائی ممالک سے ہی ہے لیکن عجیب معاملہ ہے کہ یہی ممالک خود انسانی حقوق کی پامالی کا ایک طویل ریکارڈ رکھتے ہیں۔ حالیہ دنوں پوپ کے انتقال کے بعد نسلی تفاخر وامتیاز کی بات ایک بار پھر عیسائی

دنیا میں زیر بحث ہے۔ایک افریقی کارڈینل نے یہ کہہ کر عیسائی دنیا میں تشویش پیدا کر دی ہے کہ اس بار ہم امید کرتے ہیں کہ پوپ کا انتخاب کسی سیاہ فام سے کیا جائے گا۔سیاہ فام کارڈینل کے اس بیان کے فوراً بعد ایک اطالوی عیسائی رہنماء نے جس ردّعمل کا اظہار کیا ہے۔وہ نہ صرف اپنی جگہ اہم ہے بلکہ انسانی حقوق کے بودے نعروں کی نقاب کشائی بھی کرتا ہے۔ اطالوی کارڈینل کا کہنا ہے کہ سیاہ فام پوپ کا انتخاب عیسائیت کی تباہی و بربادی کا فیصلہ ہوگا۔کیونکہ مقدس کتابوں میں لکھا ہے۔وہ شخص سیاہ فام ہی ہوگا جس کے ہاتھوں عیسائیت کو نقصان پہنچے گا۔اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ آئندہ پوپ کے لیے سب سے مناسب شخصیت کسی اطالوی کارڈینل کی ہی ہوسکتی ہے۔جبکہ بعض دیگر رہنماؤں کا کہنا ہے کہ پوپ کا انتخاب روم سے کیا جانا چاہیے۔اسی طرح لاطینی امریکہ کی عیسائی اکثریت بھی اپنے خطہ کی کسی مذہبی شخصیت کو بطور پوپ دیکھنا چاہتی ہے۔بی بی سی ٹی وی چینل پر نائیجیریا سے تعلق رکھنے والے کیتھولک عیسائیوں نے بھی اس حوالے سے ملے جلے ردّعمل کا اظہار کیا ہے۔کیتھولک چرچ کی ایک نن کا کہنا ہے کہ کیتھولک چرچ کی روایات دوسروں سے مختلف ہیں۔کیتھولک عقیدہ کے مطابق کوئی عورت پوپ نہیں بن سکتی اور جہاں تک میں جانتی ہوں کوئی سیاہ فام بھی پوپ نہیں بن سکتا۔یہ روایات ہمارے چرچ کے بڑوں نے قائم کی ہیں۔اور مذہبی قانون کی حیثیت رکھتی ہیں۔اس لیے انہیں تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

عالمی ذرائع ابلاغ پر ہونے والی بحث کا یہ پہلو انتہائی دلچسپ ہے کہ عیسائی دنیا کم ازکم اپنے مذہبی قواعد کے حوالے سے دو باتوں پر پوری طرح متفق ہے۔ اوّل یہ کہ کیتھولک عیسائی فرقہ سے وابستہ کوئی بھی خاتون آنجہانی ''مدرٹریسا'' جیسا انفرادی اعزاز تو حاصل کرسکتی ہے لیکن اسے مذہبی ضابطہ کے مطابق چرچ کا رہنما و مقتدیٰ ہرگز نہیں بنایا جاسکتا۔اسی طرح اقوام عالم میں انسانی حقوق کی تحریک جس چرچ کے زیرسایہ پوری دنیا میں پروان چڑھ رہی اور تمام انسانوں کے برابر حقوق کا غلغلہ بلند ہورہا ہے مگر اس چرچ سے منسلک افراد کا مذہبی سربراہ سیاہ فام شخص پوپ نہیں ہوسکتا۔خواہ اس کی پوری زندگی اپنے مذہب کے لیے سرانجام دی جانے والی خدمات کے لیے وقف ہی کیوں نہ ہوچکی ہوں۔یہ بات انتہائی اہم اور قابل غور ہے کہ عیسائی مذہب میں کوئی عورت کسی چرچ کے لیے فادر، پوپ اور بشپ کی جگہ نہیں لے سکتی کیونکہ یہ مذہب کا ضابطہ ہے لیکن امریکی ریاست ویسٹ ورجینیا کے علاقہ میں ایک چرچ میں نام نہاد مسلمان خاتون ''پروفیسر امینہ ودود'' کو مردوں کے مقابلے میں نمازِ جمعہ کی امامت کے لیے کھڑا کر دیا گیا۔اس کی ہزار جان سے سرپرستی اور میڈیائی تشہیر بھی کی گئی۔گلے میں سکارف لٹکائے ننگے سر عورت سے گویوں کی طرح ایک کان پر ہاتھ رکھ کر باقاعدہ گانے کی صورت اذان دلوائی گئی۔پروفیسر امینہ ودود کا کہنا ہے کہ وہ معاشرہ میں عورت کو مساوی مقام دلانے کے لیے میدان میں آئی ہے۔اس نے کہا کہ عورت کو مسجد میں اس کے بڑے اور مرکزی دروازے سے داخل ہونے اور مردوں کی باجماعت نماز میں پہلی صف میں کھڑے ہونے کی اجازت ملنی چاہیے۔اس نے مزید کہا کہ ہم اکیسویں صدی میں

اسلام کو دورِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا چاہتے ہیں۔

قارئین کو یاد رہے کہ پروفیسر امینہ ودود کو نماز کی امامت کے حوالہ سے جب امریکی ریاستوں میں مقیم مسلمانوں نے اپنی مساجد میں اس غیر اسلامی اقدام کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تو ورجینیا کے عیسائیوں نے اسے اپنے گرجا گھروں میں باجماعت نماز ادا کرنے کی اجازت دے دی۔ حالانکہ عیسائی مذہب کی طرح شریعت اسلامیہ میں بھی عورت کو امامت نماز کا حق تفویض نہیں کیا گیا۔ امریکہ ایک لبرل وسیکولر عیسائی مملکت ہے لیکن وہاں بھی کوئی عورت صدارتی انتخاب میں حصہ نہیں لے سکتی لیکن پاکستان، بنگلہ دیش اور انڈونیشیا جیسی اسلامی مملکتوں میں عورت کو سربراہ مملکت بنوایا گیا اور آئندہ بھی توقع ہے کہ ایسا ہوتا رہے گا۔ اسی طرح دیگر اسلامی مملکتوں میں خواتین کو جبراً پارلیمنٹ میں نمائندگی دلوائی گئی ہے اور ان ممالک میں رائج آئین وقانون کی ان شقوں کو دانستہ پامال کرایا گیا ہے جو دین اسلام پر مشتمل ہیں۔ مہذب دنیا کا یہ دوہرا کردار کئی حوالوں سے افسوسناک بھی ہے اور تشویشناک بھی۔ اگر عیسائی مذہب کا قانون اجازت نہ دے تو عورت چرچ میں نن کے عہدے سے آگے نہیں جا سکتی..... دوسری طرف مذہب دین اسلام ہے اور اس کے قوانین بھی تمام حوالوں سے عورت کا کردار متعین کرتے ہیں۔ چنانچہ شریعت اسلامیہ کے جاننے والے علماء مذہبی شخصیات جب عورت کی سربراہی اس کی امامت اور دیگر اہم مناصب پر اس کی تقرری کو غیر شرعی، غیر اسلامی یا دین اسلام کے قوانین کے خلاف قرار دیتے ہیں تو ان پر انتہا پسندی، دقیانوسیت اور مذہبی انارکی پھیلانے کے الزامات عائد کر دیئے جاتے ہیں۔ مغربی دنیا میں پاکستان بنیاد پرستی کے حوالے سے بدنام ایک اسلامی مملکت سمجھی جاتی ہے۔ پوپ جان پال کے سوگ میں اس مملکت کا قومی پرچم سرنگوں رہا لیکن کسی مذہب پسند اور بنیاد پرست نے اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ وسیع الظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسروں کے غم کو بھی اپنا دکھ سمجھنے کی عمدہ مثال بھی ہدفِ تنقید بننے والے انہی بنیاد پرستوں نے ہی قائم کی۔ جبکہ اس کے برعکس فرانس جیسی روشن خیال مملکت میں پوپ جان پال کے سوگ میں فرانس کا قومی پرچم سرنگوں کرنے پر نہ صرف اعتراض بلکہ شدید تنقید اور احتجاج بھی کیا جا رہا ہے۔

(بحوالہ روزنامہ ''جنگ'' ملتان ۷/اپریل ۲۰۰۵ء)

انسانی حقوق کی علمبردار اور روشن خیال مہذب دنیا خود ہی فیصلہ کر لے اور عقائد ونظریات کے حوالہ سے اپنے دوہرے معیار کا از خود ہی جائزہ لے تو کیا اسے واضح طور پر نظر نہیں آ جائے گا کہ یہ ناروا مذاق اور بے رحم دل لگی صرف دین اسلام کے ساتھ ہی روا رکھی جا رہی ہے۔ راسخ العقیدہ مسلمانوں کی دل آزاری، ان کے عقائد ونظریات کا تمسخر اور ان کے دینی شعائر کی تذلیل اور دینی اقدار کی تضحیک کرنا ایک محبوب مشغلہ بن گیا ہے۔ دنیا بھر کے حکمران خواہ وہ کسی بھی مذہب سے منسلک ہوں۔ اپنے مذہب، عقیدہ، نظریہ اور معاشرتی اقدار کا تحفظ نہ صرف خود کرتے ہیں بلکہ رہنمائی کے لیے اپنی

مذہبی رہنماؤں سے مشاورت کا راستہ بھی اختیار کرتے ہیں۔

یورپ وامریکہ سمیت مشرق بعید کے ممالک اور جنوبی ایشیا کے ممالک جہاں عیسائیت کے علاوہ ہندو اور بدھ مت کے پیروکاروں کی اکثریت آباد ہے۔اپنے اپنے مذاہب میں ذرہ بھر تغیر برداشت نہیں کرتے۔اگر ریاستی امور سے انہیں بے دخل کر دیا گیا ہے تو بھی مذہبی عقائد ونظریات اور طے شدہ ضابطوں میں تغیر لانے کی جرأت نہیں کی گئی۔حتیٰ کہ امریکہ جیسی سپر پاور کے صدر جارج ڈبلیو بش کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں ہے اور نہ ہی انہوں نے یہ اختیار حاصل کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ عیسائیت کے لیے وقف کسی روشن خیال راہبہ (نن) کو کسی امریکی چرچ میں بطور پادری مقرر کرا سکیں یا خود کر سکیں۔جارج بش نے امریکی سکولوں،کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھائے جانے والے مذہب سے متعلق مضامین میں تغیر لانے کا کوئی فرمان بھی جاری نہیں کیا۔لیکن ''امینہ ودود'' کی امامت کو لبرل اسلام اور حقوق نسواں کے مضحکہ خیز نعروں سے منسلک کر کے دین اسلام کو تماشا بنانا ضروری سمجھا گیا۔

دین اسلام نے اپنے پیروکاروں کے لیے زندگی گزارنے کے لیے جو حدود متعین کی ہیں ان میں ایک طرف جہاں مردوں سے کہا گیا ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق ادا کریں۔ان کا احترام کریں اور ان کے مددگار بنیں تو دوسری طرف عورتوں کے لیے بھی قانون بیان کیا گیا کہ وہ مردوں کے شانہ بشانہ نہیں بلکہ اپنی جداگانہ شناخت حاصل کریں اور یہ شناخت تحصیل علم،تعلیم وتربیت اور امورِ خانہ سے مشروط کی گئی ہے۔ان کے لیے تعلیم سے لے کر کھیل کود کے میدانوں تک دائمی تحفظ فراہم کرنے اور شر پسندوں کی بدتمیزیوں سے انہیں بچانے کے لیے علیحدہ حقوق تفویض کئے۔مزید کرم فرمائی یہ کئی گئی ہے کہ نماز جیسے افضل ترین عباداتی عمل میں بھی خواتین کو خصوصی امتیاز عطاء کیا گیا کہ خواتین مردوں کی طرح مساجد میں جانے اور مردوں کے درمیان بیٹھ کر فرض عبادت کی ادائیگی سے بھی مستثنیٰ قرار دے دی گئیں۔انہیں اذان دینے ،باجماعت نماز ادا کرنے اور جمعہ کی ادائیگی سے بھی منع کر دیا گیا اور یہ کہہ کر منع کیا گیا کہ اس حکم میں خواتین کی عزت وعصمت کا لحاظ واحترام باقی رکھنا ہی مقصود ہے۔

نام نہاد مہذب دنیا جو اپنے مذاہب کے طے شدہ قوانین میں تغیر لانے کا تصور تک نہیں رکھتی۔اس کا دین اسلام کے بنیادی قوانین بارے جارحانہ ومخالفانہ رویہ اور انہیں تبدیل کرانے کی کہ جبری کوششیں کیا قابل مذمت نہیں ہیں؟ارباب حل وعقد،صاحبان فکر ودانش اور مسلمانانِ عالم کو اس دوہرے کردار پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔انہیں ایک نظر اس ناروا سلوک پر بھی ڈالنی چاہیے اور اس حقیقت کو سمجھنا چاہیے کہ دین اسلام بھی اپنے پیروکاروں کے لیے بالکل اسی طرح ناقابل ترمیم ضابطہ رکھتا ہے۔جس طرح کہ عیسائیت یا دیگر مذاہب رکھتے ہیں۔